روح کی خوشبو

آباد شاہ پوری

(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیتہ الطالبین کے اہم ابواب کی تلخیص)

شریعت میں ایمان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات پر یقین رکھنا' فرائض' واجبات اور نوافل ادا کر کے اور برائیوں اور گناہوں سے دامن کش رہ کر عملاً اس کی شہادت دینا۔ نیک کام کرنے سے ایمان بڑھتا اور طاقتور ہوتا ہے اور برے کاموں سے کمزور۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا (الانفال ۸:۲) جب ان کے سامنے آیات الٰہی پڑھی جاتی ہیں' تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایمان بہت سی قولی اور فعلی صفات پر حاوی ہے اور اسلام کا مطلب ہے زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنا' دل سے اس کی تصدیق کرنا اور پانچوں وقت کی نماز پڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ سب سے بہتر کلمہ توحید ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے ایذا دینے والی چیز کو دور کرنا"۔ سچا مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور وہی جنتی ہے۔ انسان کو ہمیشہ اللہ سے ڈرنا اور امید رکھنا چاہیے کہ انجام بخیر ہو۔ ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی خوف خدا اور حسن عمل پر استوار کرے کہ جس قسم کی زندگی ہو گی' موت بھی اسی حالت میں آئے گی اور قیامت کے روز آدمی اٹھے گا بھی اسی حالت میں۔ انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اسلام' ایک مضبوط درخت کی طرح ہے۔ اللہ پر ایمان اس کی جڑ ہے۔ پانچوں وقت کی نمازیں اس کی شاخیں ہیں' رمضان کے روزے اس کا پوست ہیں اور حج اور عمرہ اس کا چنا ہوا میوہ۔ وضو اور غسلِ جنابت اس کے لیے پانی کا کام دیتے ہیں۔ ماں باپ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی اس کی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں"۔

عقائد

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندے کے تمام اچھے اور برے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے' تاہم اللہ اپنے بندے کو گناہ کے لیے نہیں کہتا (یہ بات اس نے انسان کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دی ہے کہ وہ نیکی کی زندگی اپناتا ہے

یا گناہ کی)۔ اللہ نے رزق بھی اپنے بندوں میں ان کے مقدر کے مطابق تقسیم کر دیا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نہ کوئی شخص کسی کا رزق روک سکتا ہے۔ کل کے لیے جو روزی مقرر ہے اسے کوئی شخص آج نہیں کھا سکتا۔

موت کا وقت معین ہے، جو ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور موت جس صورت میں لکھ دی گئی ہے (مثلاً قتل، غرقابی، گر کر یا دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر) اسی طرح آئے گی۔ یہ خیال کہ اگر وہ قتل نہ ہوتا یا گر کر یا ڈوب کر مر نہ جاتا، کوئی درندہ اچک نہ لیتا، تو وہ اور جیتا، اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔ تمام کام اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہیں، کسی اور کا ان پر اختیار نہیں۔ اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

آخرت اور عذاب و ثواب

آخرت پر ایمان، اسلام کے بنیادی عقائد میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جزا کا دارومدار اعمال پر رکھا ہے، یعنی جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ جو شے بوئے گا اسی کی فصل کاٹے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے کام نہ آسکے گا، نہ کوئی معاوضہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا، نہ کسی کی کوئی شفاعت فائدہ دے گی"۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا، باپ کے۔ خدا کا وعدہ برحق ہے (یعنی قیامت آکر رہے گی) پس دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھاؤ اور نہ خدا سے دور کرنے والے دھوکے میں آؤ"۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا: "اللہ کے عذاب سے ڈرو، اللہ بہت سخت عذاب کرنے والا ہے" نیز فرمایا: "کیا بستی والوں کو یہ خوف نہیں کہ رات کے وقت جب وہ نیند میں ڈوبے ہوئے ہوں، انھیں ہمارا عذاب آلے اور جب وہ لہو و لعب میں مصروف ہوں، ان پر ہمارا عذاب ٹوٹ پڑے"۔ پھر اے عاجز انسان، ان آیات کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟ ان پر تو کس حد تک عمل پیرا ہوا؟ کیا تو اپنے نفس کی اغراض اور ناپاک خواہشات سے باز رہا؟ خواہشات، جو دنیا و آخرت میں تجھے ہلاک اور ذلیل و رسوا کر دینے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کا طلب گار بن، اچھے رزق اور سکون دل کی درخواست کر۔ اس مقصد کے لیے تقویٰ اختیار کر، اس پر ہمیشہ قائم رہ۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے راہ روشن پر چلنے کی ہدایت کی ہے، واضح دلائل دیے ہیں اور ضمانت دی ہے کہ تیرے گناہ بخش دے گا اور تجھے اجر عظیم عنایت کرے گا۔ دنیا میں بھی اسی کو عزت و وقعت عطا ہوتی ہے اور اسی کا انجام بخیر ہوتا ہے اور وہی درجہ بلند سے نوازا جاتا ہے جو دنیا کی عارضی زندگی پر راضی نہ ہو کیونکہ اعلیٰ اور عمدہ چیزیں، حقیر اور ذلیل باتوں میں ڈوب کر حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ جو شخص دنیا، دنیا پرستوں اور دنیا کی ظاہری زیب و زینت کو ترجیح دیتا ہے، پیغمبروں، راست باز لوگوں اور شہیدوں کی رفاقت پسند نہیں کرتا، وہ ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کیا تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی سے زیادہ پسند

کرتے ہو؟" نیز فرمایا: "جو شخص نافرمانی کرتا ہے اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے"۔

یاد رکھو! دوزخ میں انسان کفر کے باعث جائے گا۔ عذاب کی کمی بیشی اور دوزخ کے مدارج کا دارومدار برے اعمال اور برے اخلاق پر ہے (دنیا میں انسان کے اعمال و اخلاق جس قدر برے ہوں گے' اسے اسی قدر دوزخ کا برا درجہ ملے گا)۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت بنائی اور اپنے نیک بندوں کو اجر اور ثواب سے بہرہ ور کرنے کے لیے اس میں قسم قسم کی نعمتیں فراہم کیں۔ دوزخ پیدا کر کے اسے عذاب سے بھر دیا تاکہ نافرمان بندے سزا پا سکیں۔

امت مسلمہ کا فریضہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران ۳:۱۱۰) تم بہترین امت ہو جسے انسانوں (کی رہنمائی) کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ تم (لوگوں کو) نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو۔ ایسا نہیں کرو گے تو اللہ ایسے برے اور ظالم لوگ مسلط کر دے گا کہ پھر نیک (ان سے نجات پانے کی) خواہ کتنی ہی دعائیں کریں۔ اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوں گی"۔ حضورؐ کا ارشاد ہے: "اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور لوگ قدرت رکھنے کے باوجود اسے نہیں روکتے' تو ان پر توبہ کرنے سے پہلے ہی عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے"۔ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں' رسولؐ اللہ نے فرمایا: "کوئی شخص کسی منکر (خلاف شریعت کام) کو دیکھے' تو اسے بزور قوت روک دے' اس کی استطاعت نہ ہو' تو اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو اس کو دل میں برا جانے' مگر یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پانچ شرائط ہیں: ۱۔ جس کام سے روکے' روکنے والا اس کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتا ہو۔ ۲۔ مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اسلام کی تقویت ہو اور پورے اخلاص کے ساتھ یہ فریضہ ادا کیا جائے۔ ریاکاری یا ذاتی مفاد پرستی کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ ۳۔ درشتی اور سختی سے نہیں' نرمی اور بردباری سے روکے اور شفقت کے ساتھ نصیحت کرے۔ ۴۔ صابر' حلیم' متواضع' حوصلہ مند اور نرم مزاج ہو۔ اس راہ میں جو مصائب اور سختیاں پیش آئیں ان پر صبر کرے۔ ۵۔ جس نیک کام کی تلقین کرے اس پر خود بھی عامل ہو اور جس برے کام سے روکے اس سے خود بھی باز رہے۔

انفرادی طور پر کسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہو' تو بہتر ہے کہ علیحدگی میں کرے۔ جو نصیحت تنہائی میں کی جائے اس سے آدمی زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ علیحدگی میں نصیحت' انسان کو سنوارتی ہے اور لوگوں کے سامنے نصیحت کا مطلب یہ ہے گویا آپ اس کے عیب بیان کر رہے ہیں۔ تاہم اگر کوئی شخص تنہائی کی

نصیحت پر کان نہیں دھرتا، تو پھر اسے کھلے عام نصیحت کی جا سکتی ہے۔ اس ضمن میں دوسرے نیک لوگوں سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو اسلامی حکومت سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔

تقویٰ و خدا خوفی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات ۴۹:۱۳) اللہ کی بارگاہ میں تم میں زیادہ صاحب عزت وہ شخص ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "پرہیزگار وہ ہے جو شرک، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے بچے"۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: "تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ جانے"۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ کعب احبارؓ سے پوچھا: "تقویٰ کسے کہتے ہیں؟" انھوں نے جواب دیا: "امیر المومنین! کبھی آپ کسی ایسے راستے سے گزرے ہیں جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟" انھوں نے جواب دیا: "ہاں"۔ کعبؓ نے پوچھا: "کس طرح گزرے؟" فرمایا: "کپڑوں کے پھٹنے کے خوف سے دامن سمیٹ کر"۔ کعبؓ نے کہا: "بس یہی تقویٰ ہے"۔ بکر بن عبداللہ کہتے ہیں جب تک آدمی کا کھانا حرام اور شبہ سے اور اس کا غصہ افراط تفریط سے پاک نہ ہو، وہ متقی نہیں ہو سکتا۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: "کامل متقی وہ ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہو دوسروں کے لیے اسے اپنے سے زیادہ پسند کرے"۔ مدینہ منورہ کے بعض فقہا نے عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا: "اہل تقویٰ ان علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں: "مصیبت نازل ہونے پر صبر کرتے ہیں، خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں، نعمت ملنے پر اللہ کا شکر کرتے ہیں اور قرآن کے احکام پر چلتے ہیں"۔

تقویٰ کی تکمیل دس باتیں اپنائے بغیر ممکن نہیں:

(۱) زبان کو غیبت سے پاک رکھے، (۲) بدگمانی سے بچے، (۳) ہنسی مذاق اور ٹھٹھے سے پرہیز کرے، (۴) حرام کی طرف نہ دیکھے، (۵) حق بات کہے، (۶) اللہ کا احسان مانے، اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے، (۷) اپنا مال مستحق افراد پر خرچ کرے، باطل کاموں پر نہیں، حق کی راہ میں صرف کرے، (۸) بڑا بننے کی خواہش نہ کرے، (۹) پانچوں وقت خوب اچھے رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے، (۱۰) سنت رسولؐ کی پیروی کرے اور مسلمانوں کی جماعت میں رہے۔

اخلاص

سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں: "اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے دین و عمل کو اللہ کے لیے خالص کر دے، اس میں کسی کو شریک نہ کرے، اس کے عمل میں ریاکاری نہ ہو۔ لوگوں کے دکھاوے کے لیے کام کیا جائے تو وہ ریاکاری ہے اور لوگوں کے سبب سے کیا جائے تو شرک۔ اللہ کے خوف سے ان دونوں باتوں سے اجتناب ہی اخلاص ہے"۔ ابو عثمان کہتے ہیں: "اخلاص اپنے خالق کے سوا اور کسی طرف دیکھنے کو بھول جانے

کا نام ہے"۔

توکل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے اللہ پر توکل کیا، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ توکل کا مطلب یہ ہے کہ سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیے جائیں۔ عبداللہ ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "حج کے زمانے میں میری امت کے لوگ مجھے دکھائے گئے۔ میں نے دیکھا ان سے زمین اور پہاڑ بھرے ہوئے تھے۔ مجھے اپنی امت دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔ اللہ نے فرمایا: "تمھیں مسرت ہوئی ہے؟" میں نے عرض کیا: "میں خوش ہوں"۔ ارشاد ہوا: "اس جماعت کے ستر ہزار آدمی کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال نکالتے ہیں، نہ افسوں پڑھتے ہیں، بلکہ صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں"۔ عکاشہ ابن محصنؓ نے اٹھ کر التماس کی: "اے اللہ کے رسولؐ! میرے لیے دعا فرمایئے، اللہ مجھے بھی ان (خوش نصیب) لوگوں میں شامل کر دے"۔ آپؐ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! عکاشہ کا شمار بھی اسی زمرے میں کر دے"۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور گزارش کی "میرے لیے بھی دعا فرمایئے"۔ ارشاد ہوا: "اس کام میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا"۔

توکل کے تین درجے ہیں: توکل، تسلیم اور تفویض۔ متوکل انسان، اللہ کے وعدوں سے تسکینِ قلب پاتا ہے۔ صاحب تسلیم، علم الٰہی پر اکتفا کرتا ہے اور صاحب تفویض رضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے۔ توکل پہلا درجہ ہے، تسلیم دوسرا اور تفویض سب سے اونچا۔

اخلاق حسنہ

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "آپ کا اخلاق بہت اچھا ہے"۔ انس بن مالکؓ نے رسولؐ اللہ سے دریافت کیا: "مسلمانوں میں از روے ایمان کون بہتر ہے؟" ارشاد فرمایا: "وہ شخص جس کا اخلاق اچھا ہو"۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا: "لوگو! تم اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ تمھیں چاہیے کہ فراخ حوصلہ بنو، کشادہ دلی سے کام لو اور جود و کرم کے دروازے کھول دو"۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ نے اپنے غلام کو آواز دی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری اور تیسری بار پکارا، مگر اس نے سنی ان سنی کر دی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا: "وہ ہے کہاں؟" پتا چلا لیٹا ہوا ہے۔ فرمایا: "اے غلام! تو نے سنا نہیں؟ میں کب سے تمھیں پکار رہا ہوں"۔ غلام نے جواب دیا: "جناب میں آپ کی آواز سن رہا تھا"۔ حضرت علیؓ نے کہا: "پھر جواب کیوں نہیں دیتا؟" غلام نے کہا: "مجھے آپ سے کوئی آزار پہنچنے کا خطرہ نہیں، اس لیے میں نے غفلت سے کام لیا"۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ تمھیں اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں"۔

مالک بن دینارؒ کو ایک عورت نے ریاکار کہا' تو آپ نے فرمایا: "اے عورت! تو نے میرا نام خوب پہچان کر رکھا' ارباب بصیرت تو میرے نام سے بے خبر تھے"۔

شکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم ۱۴:۷) "اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمھیں اور زیادہ نوازوں گا"۔ عطا کہتے ہیں میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور نبی اکرمؐ کی زندگی کے مشاہدات بیان فرمایئے۔ یہ سن کر وہ رو پڑیں اور فرمایا: "حضور کی کون سی بات تعجب خیز نہیں! ایک رات حضورؐ تشریف لائے اور میرے بستر پر آرام فرمانے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: "اے ابوبکرؓ کی لڑکی! مجھے عبادت کرنے کی اجازت دے"۔ میں نے عرض کیا: "اگرچہ آپ کی معیت پسند کرتی ہوں مگر مجھے آپ کی خواہش منظور ہے اور اجازت دیتی ہوں"--- آپ نے مشکیزے سے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ (نماز کے دوران) اس قدر روئے کہ آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے۔ رکوع میں گئے تو روئے' سجدہ ریز ہوئے تو بھی اشک فشانی کرتے رہے' سجدے سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی رو رہے تھے۔ اسی حال میں بلالؓ نے حاضر ہو کر نماز فجر کی اطلاع دی۔ میں نے نبی کریمؐ سے نماز میں اس طرح زار و قطار رونے کا سبب پوچھا اور عرض کیا: "اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیے"۔ ارشاد فرمایا: "کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟"

شکر تین طرح کا ہے۔ زبان سے شکر ادا کیا جائے' اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے' وفائے عہد' عبودیت اور خدمت گزاری کو اپنایا جائے اور دل کی گہرائیوں میں شکر کے جذبات کی پرورش کی جاتی رہے۔

صبر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا "اے ایمان والو' صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو"۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا: "میرا سارا مال تلف ہو گیا اور میرا جسم بیماری نے لاغر کر دیا ہے۔ فرمایا: "اگر کسی بندے کا مال ضائع نہ ہو' اسے کوئی بیماری یا رنج نہ پہنچے' تو اس میں کوئی نیکی یا خوبی نہیں' کیونکہ اللہ جب اپنے بندے کو دوست بناتا ہے تو اسے (اس دوستی کو گہرا کرنے کے لیے) مصیبت میں ڈال دیتا ہے اور پھر اسے صبر عطا کرتا ہے"۔

صبر کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ آدمی احکام الٰہی کی تعمیل میں اور اس راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرے۔ دوسرا یہ کہ انسان پر جو رنج و مصیبت آئے اس پر صبر کرے۔